حقوق نسواں - تاریخی، تہذیبی و مذہبی تقابلی مطالعہ-

Rights of women- Historical, Cultural and Religious Comparative Study-

☆ ارشد منیر لغاری
☆☆ ڈاکٹر بشیر رند

ABSTRACT

Family is the basic institution among all other institutions. If this institution is good then the whole society will be good. If this institution is not sound, then it is difficult to get good society. In this institution a woman play an important role, either that be a wife, mother, daughter or sister. In any condition we cannot deny her importance and her role in the general well-being of society. From the historical study we come to know that until the teaching of the prophets were followed, woman was honored. But when their teachings were neglected or mixed with personal interest then women were deprived from their rights and were dishonored, As a result social system suffered from disruption. The injustice with women was not just in any particular culture or religion but in every culture and religion she remained under violence. When Holy prophet (PBUH) came, he saved her rights and responsibilities, so that family should be peaceful and society would get good citizens. A comparative study of women's rights has been presented in this paper, and it will be estimated that what other religions and cultures give rights to women and what Islam has given.

معاشرتی اداروں میں سب سے اہم ادارہ خاندان ہے، اور خاندانی ادارہ میں اہم کردار عورت کا ہوتا ہے، ایسا کردار بیوی کی صورت میں ہو، ماں کی صورت میں، بیٹی کی صورت میں یا بہن کی صورت میں اس کی

☆ لیکچرر زرعی کالج ڈیرہ غازی خان۔
☆☆ اسسٹنٹ پروفیسر سندھ یونیورسٹی جام شورو۔

اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اگر خاندان میں عورت کی عزت اور اس کے حقوق کا تحفظ ہوگا، تو خاندان میں سکون اور اطمینان ہوگا اور سماج کو بہتر افراد بھی میسر ہوں گے، دوسری صورت میں جہاں خاندانی نظام بے چینی اور عدم اطمینان کا شکار ہوگا وہاں معاشرہ کو بھی اچھے افراد میسر نہیں ہوں گے۔ انسانی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ عورت کی اس وقت تک عزت رہی اور وقار رہا جب تک انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات پر عمل کیا جاتا رہا، لیکن جب جب انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کو بھلایا گیا، یا اس میں اپنی طرف سے ملاوٹ کی گئی، تب عورت کے حقوق غصب ہوئے اور اسے بے وقار کیا گیا، نتیجہ میں سماج کو بہتر افراد میسر نہ ہو سکے اور سماجی نظام تخریب اور انتشار کا شکار رہا۔ تحقیق ہذا میں حقوق نسواں پر تقابلی مطالعہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس سے اندازہ ہو سکے گا کہ کس مذہب یا تہذیب نے عورت کو کیا حقوق دیئے اور اسلام نے عورت کو کیا حقوق دیئے ہیں۔

یونان:

قدیم قوموں میں جس قوم کی تہذیب شاندار نظر آتی ہے وہ یونانی قوم ہے، لیکن ان کے ہاں ”عورت کو یہ اختیار نہیں تھا کہ وہ خود کوئی عقد (خرید و فروخت) کر سکے یا کسی کو خاص مقدار سے زیادہ قرض دے سکے یا اپنا کوئی معاملہ حاکم کے پاس لے جائے۔ انہوں نے ایک قانون بنایا ہوا تھا کہ جو عمل کسی عورت کے زیر اثر انجام پایا ہو وہ عمل قانوناً باطل تصور کیا جاتا تھا۔ اسی طرح عورت مرد سے میراث بھی نہیں پا سکتی تھی۔ اگر عورت سے اولاد نہ ہوتی تو مرد کو اسے طلاق دینے کا بھرپور اختیار حاصل تھا، چاہے مرد کو خود ہی بچے پیدا کرنے کی صلاحیت نہ ہو۔ بس عورت شوہر کے رحم و کرم پر تھی، شوہر کے لئے اسے طلاق دینا بڑا ہی آسان تھا۔ اس کے لئے یہ بھی آسان تھا کہ اپنے گھر سے عورت کو جب چاہے بلاوجہ نکال دے۔ ان کے نزدیک عورت کا بانجھ ہونا ہی اس کی طلاق کے لیئے کافی سبب تھا۔ ان کے ہاں شادی کا مقصد بیٹوں کی پیدائش تھا۔ اگر شوہر خود بچے پیدا کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا تو وہاں کا قانون اور رائے عامہ اس بات کی اجازت دیتی تھی کہ شوہر اپنے کسی رشتے دار سے اس بارے میں مدد لے اور اس ذریعہ بیوی سے جو اولاد پیدا ہوتی اسے اسی شخص کی اولاد کہا جاتا جسکی بیوی سے پیدا ہوتی۔ لڑکیوں کے اولیاء کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ لڑکی کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کرا دیں۔ اسی طرح ہر وہ معاملہ جو ولی کی رضامندی کے بغیر ہوا ہو وہ لغو شمار ہوتا تھا۔ یونانی تہذیب میں عورت مرد کے حقوق سے الگ تھی اور اس کی حیثیت اس سامان کی سی تھی جو خریدا اور بیچا جاتا ہے اور مرد کو عورت پر مکمل اختیار تھا، وہ جیسا چاہے اسے استعمال کرے اور جیسا چاہے اس سے سلوک کرے۔ (۱) بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اسے برائیوں کی جڑ کہا جاتا تھا

،جس کا اندازہ پانڈورا باکس(Pandora Box) نامی اس دیو مالائی قصہ سے لگایا جا سکتا ہے جو یونان میں مشہور تھا، جس کے مطابق: ''دنیاوی مصائب اور مشکلات کا اصل سبب یہ ہے کہ پانڈورا نامی ایک عورت اس دنیا میں آئی اور اپنے ساتھ برائیوں کی ایک پیٹی لائی جس کے کھولنے کے بعد اس دنیا میں برائیاں پھیل گئیں''۔ جس کا صاف مطلب ہے کہ عورت برائیوں کی جڑ ہے(۲) یونانی اپنے اعلیٰ سے اعلیٰ تمدن والے دور میں بھی سوائے طوائف کے اور کسی عورت کی قدر نہیں کرتے تھے۔(۳) یونانی مفکر ارسطو کا کہنا تھا کہ: عورت مرد کی بگڑی ہوئی صورت ہے، اور بچے پیدا کرنے میں بھی اس کا کوئی کردار نہیں، وہ تو صرف مواد پیدا کرتی ہے، جبکہ بچے کو شبیہ باپ ہی دیتا ہے، اس لئے بچے کو ماں کے بجائے باپ سے محبت کرنی چاہئے۔ ارسطو اس بات کے بھی مخالف تھے کہ عورت کو مذہبی سلسلوں میں شامل کیا جائے۔(۴) اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یونانیوں کے ہاں عورت کی کیا عزت تھی۔

روم:

یونانیوں کے بعد جس قوم کو عروج نصیب ہوا وہ رومی قوم تھی، رومی سماج میں خاندان کا سربراہ باپ ہوتا تھا یا شوہر۔ اسے اپنی بیوی بچوں پر پورا اختیار حاصل تھا اور وہ عورت کو جب چاہے گھر سے نکال سکتا تھا۔ جہیز یا دلھن کے والد کو نذرانہ دینے کی رسم کچھ بھی نہ تھی اور باپ کو اس قدر اختیار حاصل تھا کہ جہاں چاہے اپنی لڑکی کو بیاہ دے۔ زمانۂ مابعد یعنی دورِ تاریخی میں یہ حق باپ کی طرف سے شوہر کی طرف منتقل ہو گیا اور اب اس کے اختیارات یہاں تک وسیع ہو گئے کہ وہ چاہے تو بیوی کو قتل کر سکتا تھا۔ ۵۲۰ سال تک طلاق کا کسی نے نام بھی نہ سنا۔ غلاموں کی طرح عورت کا مقصد بھی خدمت اور چاکری سمجھا جاتا تھا۔ مرد اسی غرض سے شادی کرتا تھا کہ وہ بیوی سے فائدہ اٹھا سکے گا۔ وہ کسی عہدہ کی اہل نہیں سمجھی جاتی تھی حتیٰ کہ کسی معاملہ میں اس کی گواہی تک کا اعتبار نہیں تھا۔ رومی سلطنت میں اس کو قانونی طور پر کوئی حق حاصل نہیں تھا۔ البتہ اس کی طبعی کمزوریوں کی بنا پر اسے بعض سہولتیں دی گئی تھیں۔ اس میں شک نہیں کہ بعد کے ادوار میں رومیوں نے اس کو حقوق بھی دیئے لیکن اس کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ اس کو مرد کے مساوی درجہ کبھی نہیں ملا۔(۵) علامہ فرید وجدی رومی عورت کی حالت زار پر لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: رومی مردوں نے اپنی عورتوں پر گوشت کھانا، ہنسنا اور بات چیت کرنا بھی حرام قرار دے دیا تھا۔ یہاں تک کہ ان کے منہ پر ''موزسیر'' نامی ایک مضبوط تالا لگا دیا تھا تا کہ وہ کچھ بھی بول نہ سکیں۔ اور یہ حالت صرف عام عورتوں کی نہیں تھی بلکہ رئیس اور امیر، کمینے اور شریف، عالم اور جاہل سب کی

عورتوں پر یہ آفت پڑی ہوئی تھی۔ پھر عورت کا قید و بند اور بھی بڑھا یہاں تک سترھویں صدی عسوی میں خاص روما میں اعلیٰ درجے کے قابل اور فاضل لوگوں کا ایک جلسہ ہوا جس میں یہ سوال سامنے لایا گیا کہ: ''کیا عورت میں جان بھی ہے کہ نہیں؟''(۶)

فارس:

فارس میں عورت کا جو مرتبہ تھا سید امیر علی اس کا نقشہ کچھ اس طرح کھینچتے ہیں: فارس کے سماج میں عورت کے پیدا ہونے کو پسند نہیں کیا جاتا تھا، وہ مرد کے زیرِ اثر اس کے ظلم کے پنجے میں رہتی تھی، مرد کو یہ اختیار حاصل تھا کہ اس کی موت کا فیصلہ کردے یا زندہ چھوڑ دے، یہ اس کی مرضی پر منحصر تھا۔ مرد عورت کو گھریلو اشیاء کی طرح استعمال کرتا تھا۔ مخصوص ایام میں عورت کو نجس سمجھا جاتا تھا، اسے الگ رکھا جاتا تھا، اسے چھونا بھی نجاست میں ہاتھ ڈالنے کے برابر سمجھا جاتا تھا(۷)۔ ایران میں مزدکیت نے تو عورت کو مشترک ملکیت Joint (Property) قرار دیا تھا اور اخلاقی حدود وقیود کا خاتمہ کر دیا تھا، حتیٰ کہ ماں، بیوی، اور بیٹی کی تمیز بھی اٹھ گئی تھی۔ مزدکیت نے ایرانی نفسیات پر گہرا اثر چھوڑا، اگر چہ اسلام کے اخلاقی ضابطوں اور روحانی تعلیمات اور شرعی قوانین نے تہذیبی تبدیلی کا کام کیا لیکن قوموں کے تاریخی وتہذیبی تجربوں کے نفسیاتی اثرات کو آسانی سے نہیں مٹایا جاسکتا۔(۸)

مصر:

قدیم تہذیبوں میں سے صرف مصری تہذیب ایسی ملتی ہے جس میں عورت کو اچھا مقام حاصل تھا، جہاں عورت حکمران بھی بنی، لیکن یہ حق عورت کو صرف اس وقت حاصل ہوتا تھا جب شاہی خاندان میں کوئی مرد وارث نہ ہوتا تھا۔ قدیم مصری نقشے جو ملے ہیں ان میں ۴۷۰ بادشاہوں کے مقابلہ میں صرف پانچ ملکہ خواتین کا ذکر ملتا ہے(۹)۔ جب اسلامی ریاست مصر تک پہنچی تو اس وقت نہایت ایک بد رسم موجود تھی، ہر بارہ مہینوں کے بعد ایک کنواری نوجوان لڑکی کو دریائے نیل میں پھینکا جاتا تھا، ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اس عمل سے دریا میں جوش آئے گا اور خوب پانی آئے گا، اس رسمِ بد کو اسلامی خلیفہ حضرت عمر فاروقؓ نے ختم کرایا۔(۱۰)

یہودی فکر:

یہودیت ایک نسلی مذہب ہے اور یہودی ان کے بقول اللہ کی منتخب قوم ہے۔ یہ مذہب بنیادی طور پر بنی اسرائیل ہی سے بحث کرتا ہے۔ بنی اسرائیل بلاشبہ ایک منتخب قوم تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لیے کئی رسول بھیجے۔ ان کے سب سے بڑے نجات دہندہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے جنہوں نے انہیں فرعون کی غلامی سے نجات دلائی لیکن اس مذہب کی روایت بھی عورت کے بارے میں کچھ اچھا تصور نہیں پیش کرتی۔ ان کے نزدیک مرد نیک سرشت ہے اور حسنِ کردار کا حامل ہے اور عورت بدطینت اور مکار ہے۔[۱۱] یہودی فکر میں عورت کو سب برائیوں کی جڑ کہا گیا ہے۔ تورات کے مطابق بی بی حوا ہی آدم علیہ السلام کو جنت سے باہر نکالنے کا سبب تھی، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سزا کے طور پر اسے کہا کہ: میں تیرے دردِ حمل کو بہت بڑھاؤنگا، تو درد کے ساتھ بچے جنے گی، اور تیری رغبت اپنے شوہر کی طرف ہوگی اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا۔[۱۲] عہد نامہ قدیم باب واعظ میں لکھا ہے کہ ''جو کوئی خدا کا پیارا ہے وہ اپنے کو عورت سے بچائے گا۔ ہزار آدمیوں میں سے میں نے ایک پیارا پایا ہے۔ لیکن تمام عالم کی عورتوں میں ایک عورت بھی ایسی نہیں پائی جو خدا کو پیاری ہو۔[۱۳] یہودی قانون کی رو سے مرد وارث کی موجودگی میں عورت وراثت سے محروم ہوجاتی تھی۔ اسی طرح عورت کو دوسری شادی کا بھی حق نہیں تھا۔[۱۴] یہودی روایات کے مطابق عورت ناپاک وجود ہے اور اس کائنات میں مصیبت اسی کے دم سے ہے۔[۱۵] اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہودی مذہب میں عورت کی حیثیت کیا ہے۔

مسیحی یورپ:

مسیحی یورپ کا ابتدائی اور بنیادی نظریہ یہ تھا کہ عورت گناہ کی ماں اور بدی کی جڑ ہے۔ مرد کے لیے معصیت کی تحریک کا سرچشمہ اور جہنم کا دروازہ ہے۔ تمام انسانی مصائب کا آغاز اسی سے ہوا ہے۔ اس کا عورت ہونا ہی اس کے شرمناک ہونے کے لیے کافی ہے، اس کو اپنے حسن و جمال پر شرمانا چاہئے کیونکہ وہ شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار ہے، اسے دائماً کفارہ ادا کرتے رہنا چاہئے کیونکہ وہ دنیا اور دنیا والوں پر لعنت اور مصیبت لائی ہے۔[۱۶] طرطولین کے الفاظ عورت کے بارے میں کچھ اس طرح ہیں: ''عورتو! تم نہیں جانتیں کہ تم میں سے ہر ایک حوا ہے۔ خدا کا فتویٰ جو تمھاری جنس پر تھا وہ اب بھی تم میں موجود ہو تو پھر جرم بھی تم میں موجود ہوگا۔ تم تو شیطان کا دروازہ ہو۔ تم ہی نے آسانی سے خدا کی تصویر یعنی مرد کو ضایع کیا''[۱۷] سینٹ پال اپنے ایک خط

میں لکھتا ہے: ''عورت کو چپ چاپ اور کمال تابعداری سے سیکھنا چاہئے اور میں اجازت نہیں دیتا کہ عورت سکھائے یا مرد پر حکم چلائے بلکہ چپ چاپ رہے۔ کیونکہ پہلے آدم بنایا گیا اس کے بعد حوا۔ اور آدم نے فریب نہیں کھایا بلکہ عورت فریب کھا کر گناہ میں پڑ گئی''(۱۸) ایک دوسرے خط میں لکھا ہے: ''پس میں تمھیں آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہر مرد کا سر مسیح اور عورت کا سر مرد اور مسیح کا سر خدا ہے۔ وہ (مرد) خدا کی صورت اور اس کا جلال ہے مگر عورت مرد کا جلال ہے، اس لئے کہ مرد عورت سے نہیں بلکہ عورت مرد سے ہے اور مرد عورت کے لئے نہیں بلکہ عورت مرد کے لئے پیدا ہوئی ہے۔ پس فرشتوں کے سبب سے عورت کو چاہئے کہ اپنے سر پر محکوم ہونے کی علامت رکھے''(۱۹) ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں: اصل بات یہ ہے کہ مسیحی اخلاقیات میں تجرد اور صنفی تعلقات سے کنارہ کشی ہی اصل کمال تھا اس لئے نکاح اور صنفی تعلقات بذات خود نجس اور ناقابل التفات تھے۔ ان کے ہاں تجرد اور دوشیزگی معیار اخلاق قرار پائی اور متاہل زندگی تقویٰ اور بلندیء اخلاق کے خلاف سمجھی جانے لگی ۔ چونکہ صنفی تعلق میں عورت ہی بنیادی کردار ہے اس لیے اسے پست، ذلیل اور گناہ کا ذریعہ قرار دیا گیا۔ مسیحی شریعت میں جتنے قوانین بنے ان میں عورت کی حیثیت کو پست رکھنے کی کوشش کی گئی۔ وراثت وملکیت میں اس کے حقوق محدود تھے وہ خود اپنی کمائی پر بھی اختیار نہیں رکھتی تھی۔ ہر چیز کا مالک مرد تھا۔ طلاق اور خلع کی اجازت نہ تھی۔ مذہب و قانون کی رو سے نکاح کا تعلق ناقابل انقطاع تھا۔ نکاح ثانی کی کسی صورت اجازت نہ تھی خواہ زوجین میں سے کسی کی موت واقع ہو جائے۔ مسیحی علماء کے نزدیک نکاح ثانی مہذب زنا کاری تھا۔ مسیحی دنیا کے ملکی قوانین اس بارے میں سخت تھے گویا مسیحی مذہب نے عورت کی تحقیر اور اسے پابندیوں میں جکڑے رکھنے کی پوری کوشش کی۔ مسیحی دنیا میں عورت کی زندگی ایک بے بس مخلوق اور مرد کے ہاتھ میں کھلونے کے سوا کچھ نہ تھی۔ (۲۰)

ہندومت:

ہندومت میں عورت کی حیثیت بھی کچھ ایسی ہی ہے۔ ڈاکٹر خالد علوی نے اپنی کتاب ''اسلام کا معاشرتی نظام'' میں ہندومت کی ایک تصویر کھینچی ہے۔ اس کے نقل کردہ چند اقتباسات سے اندازہ ہو سکے گا کہ ان کے ہاں عورت کا کیا مقام ہے: منوسمرتی میں عورت کے متعلق مختلف آراء کا اظہار کیا گیا ہے۔ جو اس کی حیثیت متعین کرتی ہیں، مثلاً جھوٹ بولنا عورت کا ذاتی خاصہ ہے، عورت کے لیے ضروری ہے کہ وہ بچپن میں باپ کے اختیار میں رہے، جوانی میں شوہر کے ماتحت اور بیوہ ہونے کے بعد اپنے بیٹوں کے اختیار میں رہے، خود مختار ہو کر کبھی نہ رہے، چانکیہ برہمن کے بقول: دریا، مسلح سپاہی، پنجے اور سینگ رکھنے والے جانور، بادشاہ اور

عورت پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے۔ جھوٹ بولنا، بغیر سوچے سمجھے کام کرنا، فریب، حماقت، طمع، ناپاکی اور بے رحمی عورت کے جبلی عیب ہیں۔ شہزادوں سے تہذیب اخلاق، عالموں سے شیریں کلامی، قمار بازوں سے دروغ گوئی اور عورتوں سے مکاری سیکھنی چاہئے۔ آگ، پانی، جاہل مطلق، سانپ، خاندانِ شاہی اور عورت یہ سب موجب ہلاکت ہوتے ہیں، ان سے ہوشیار رہنا چاہئے۔ پھر رسمِ ستی خود اس بات کا ثبوت ہے کہ عورت کی کوئی حیثیت نہیں۔ (۲۱) صرف ۱۸۱۵ سے لیکر ۱۸۲۵ء تک دس سال میں انہوں نے چھ ہزار عورتوں کو اس طرح ستی کر دیا۔ (۲۲) عورت کو خلع اور وراثت کا کوئی حق نہیں۔ اس کے رشتے دار جائیداد لیں گے لیکن اس کو کوئی حصہ نہیں ملے گا، اسے مذہبی تعلیم سے بھی محروم کیا جاتا تھا۔ سنسکرت میں لڑکی کو ''دوہتر'' (دور کی ہوئی) بیوی کو ''پتنی'' (مملوکہ) کہا جاتا ہے۔ (۲۳) ہندوؤں کا قانون کہتا ہے: تقدیر، طوفان، موت، جہنم، زہر، زہریلے سانپ ان میں سے کوئی اس قدر خراب نہیں جتنی عورت۔ (۲۴) بقول سید سلیمان ندوی مرحوم: اسلام سے پہلے جو اخلاقی مذاہب ہیں ان سب میں عورت و مرد کے ازدواجی تعلقات کو اخلاق و روح کی ترقی و اعلیٰ مدارج کے لیئے مانع تسلیم کیا گیا۔ ہندوستان میں بدھ، جین، ویدانت اور سادھوپن کے تمام پیرو اسی نظریہ کے پابند تھے۔ (۲۵) ان تمام باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ ہندو معاشرت میں عورت کو کیا مقام حاصل تھا۔

عرب سماج:

عرب سماج میں عورت کی نہایت بری حالت تھی، نہ اسے شخصی ملکیت رکھنے کا حق حاصل تھا، نہ ہی اسے ورثہ میں سے حصہ ملتا تھا، بلکہ عورت کو خود ورثہ اور ملکیت سمجھا جاتا تھا۔ نہ اسے گواہی دینے کا حق حاصل تھا اور نہ اس کی شادی کے بارے میں اس سے رائے لی جاتی تھی۔ بیویوں کی کوئی حد متعین نہیں تھی۔ حارث بن قیس اسدی مسلمان ہوئے تو اسکی آٹھ بیویاں تھیں۔ (۲۶) غیلان بن اسلم ثقفی مسلمان ہوئے تو اسکی دس بیویاں تھیں آپ ﷺ نے انہیں چار چار بیویاں رکھنے اور باقیوں کو چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ (۲۷) طلاق پر کوئی پابندی نہیں تھی اور عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کر لیتے تھے۔ اس طرح وہ عدت کو کبھی ختم نہیں ہونے دیتے تھے اور عورت کو تنگ کرتے رہتے تھے۔ (۲۸) باپ کی بیوی سے شادی کر لینا جاہلیت میں عام معمول تھا۔ (۲۹) سعد بن ربیعؓ جنگ احد میں شہید ہوئے تو اس کی ایک بیوہ اور دو بیٹیاں تھیں لیکن انکے پورے مال پر ان لڑکیوں کے چچا نے قبضہ کر لیا، کیونکہ جاہلیت میں یہی دستور تھا، اس وقت سورہ نساء کی آیات (یوصیکم اللہ الخ) اتریں، اس کے بعد آپ ﷺ نے بچیوں کے چچا کو بلا کر فرمایا: بچیوں کو دو تہائی اور ان کی ماں کو آٹھواں حصہ دو اور جو بچ جائے وہ

تمھارا ہے۔(۳۰) عام طور پر عرب سماج لڑکی کے پیدا ہونے کو عیب سمجھتا تھا جیسے قرآن مجید میں ارشاد ہے: ''جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خبر دی جاتی ہے تو اس کے چہرے پر افسردگی چھا جاتی اور وہ بس خون کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتا، لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کہ اس بری خبر کے بعد کیا کسی کو منہ دکھائے، سوچتا کہ ذلت کے ساتھ بیٹی کو قبول کرے یا مٹی میں دبا دے''۔(۳۱) بعض سنگدل لوگ تو ایسے بھی تھے جو بیٹیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کردیتے تھے، جیسے قرآن مجید کہتا ہے: وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ۔ بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ (۳۲) ''(اس وقت کو یاد کرو) جب زندہ دفن کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ کس جرم کی پاداش میں اسے قتل کیا گیا''؟ قیسؓ بن عاصم نے جاہلیت میں بارہ تیرہ لڑکیاں زندہ دفن کی تھیں گویا ان کی زندگی کی کوئی قیمت نہ تھی (۳۳)۔

عربوں کے ہاں عورت کی جو حیثیت تھی؟ اس کے بارے میں حضرت عمر فاروقؓ کا مختصر مگر جامع قول صحیح عکاسی کرتا ہے، آپؓ نے فرمایا: ''خدا کی قسم! ہم دورِ جہالت میں عورتوں کا کوئی حق نہیں سمجھتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں قرآنی آیات نازل کیں، اور ان کے حقوق متعین کیے''۔(۳۴) ان تمام حالات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام سے پہلے عورت کی حیثیت کیا تھی۔

دورِ حاضر میں عورت کی حیثیت:

دورِ حاضر اپنے فکری فلسفے، تہذیبی تجربے اور معاشرتی رویوں کے باعث دراصل مغربی تجربہ ہے۔ مغرب اس وقت دنیا کی غالب قوت ہے، اور اس کی تہذیب تقریباً دنیا پر چھائی ہوئی ہے۔ مغرب کے تہذیبی تجربے کے پس منظر میں اس کے اپنے تاریخی، ثقافتی، فکری، اور مذہبی عوامل ہیں۔ موجودہ تہذیبی تجربہ ایک اعتبار سے ان کی روایت کا ارتقاء اور تسلسل ہے۔ اس کے پس منظر میں یونانی، رومی، اور مسیحی تجربات ہیں۔ مغرب کا غالب مزاج مادی ہے اور عیش کوشی ان کا طرز حیات ہے۔ یہ دونوں عناصر اس کے تہذیبی تجربے میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ مسیحی عہد میں روحانیت کچھ دیر غالب رہی لیکن جلد ہی ریاست اور کلیسا کی کشمکش شروع ہوگئی جو بالآخر کلیسا اور مذہب کی شکست اور مادیت اور عیش کوشی کی فتح پر منتج ہوئی۔ موجودہ مغرب مادی، سیکولر اور عیش کوش ہے، اس کی عسکری طاقت اس طرزِ حیات کے دفاع اور پوری دنیا میں اس نظام اقدار کے نفاذ کے لئے استعمال ہو رہی ہے۔

یورپ کا نیا دور تحریکِ تنویر (Enlightement) سے شروع ہوتا ہے۔ تحریک اصلاح مذہب (Reformation)، انقلابِ فرانس (French Revolution) اور انگلستان میں صنعتی انقلاب

(Industrial Revolution) نے علمی و معاشرتی شخصیتیں پیدا کی۔ اب آزادی اور مساوات (Freedom and Equality) نئی قدریں قرار پائیں۔ مسیحیت کی مذہبی روایت کے خلاف بغاوت نے مختلف سطحوں پر کام کیا۔ علمی و سائنسی، سیاسی و معاشرتی اور معاشی و مادی وغیرہ تمام سطحیں انقلابی تبدیلیوں کی زد میں تھیں، ان تمام سطحوں پر خالص مادی و عقلی بنیادیں ہی نتیجہ کے لئے قبول کی گئیں۔ آزادی کے تصور نے مسیحی نظامِ اخلاق، جو جبر اور گھٹن پر مبنی تھا اور نظامِ جاگیرداری (Feudal System) جو ظلم اور جبر واستحصال کی علامت تھا، کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا۔ دورِ جدید کے آغاز میں صنفِ اناث کو پستی سے اٹھانے کے لئے کوشش کی گئی۔ عورت کی تذلیل کے تصور کو ختم کیا گیا، اس کے سلب شدہ معاشی حقوق بحال کئے گئے اور نکاح وطلاق کے پچھلے قوانین کی سختی دور کی گئی۔ عورت کے حقوق کے لئے جو مہم چلائی گئی دراصل ان نظریات پر مبنی تھی جو جدید مغربی معاشرت کے ستون متصور ہوتے ہیں یعنی:

۱۔ مرد وعورت کی مساوات

۲۔ عورتوں کا معاشی استقلال

۳۔ دونوں صنفوں کا آزادانہ اختلاط۔ (۳۵)

اس میں کوئی شک نہیں کہ جدید تہذیب نے عورتوں کو بہت کچھ حقوق دیئے ہیں، مثال کے طور پر: تعلیم کا حق، روزگار کا حق، پسند کی شادی کا حق، آزاد اور خود مختار زندگی گذارنے کا حق، ووٹ اور انتخابات لڑنے کا حق، لیکن غور سے دیکھا جائے تو جدید تہذیب میں بھی عورت اتنی ہی مظلوم ہے جتنی پہلے مظلوم تھی۔ امریکی ٹائم میگزین ۲۰ مارچ ۱۹۷۲ کے مطابق: ''سوسالہ جدوجہد کے باوجود امریکی عورت ابھی تک اسی مقام پر ہے جہاں وہ سوسال پہلے تھی۔ مرد اب بھی عملاً امریکہ میں جنس برتر کی حیثیت رکھتا ہے''۔ مردوں کی اس دنیا میں عورتیں اب بھی صرف ایک روایتی درجہ رکھتی ہیں۔ وہ صرف ایسے شعبوں میں جوش وخروش سے لی جاتی ہیں جو عورتوں پر انحصار رکھتے ہیں، جیسے فیشن یا ایکٹینگ، جیسا کہ کلیر لیوس نے کہا: اقتدار، روپیہ اور جنس، آج امریکہ کی تین سب سے بڑی قدریں ہیں۔ اور عورتیں اقتدار تک کوئی پہونچ نہیں رکھتیں، سوا اپنے شوہروں کے ذریعہ۔ وہ روپیہ حاصل کرتی ہیں تو زیادہ جنس کے ذریعہ خواہ جائز ہو یا ناجائز۔ (۳۶) ایک خاتون ہیلن میک لین نے کہا: امریکہ نے جتنے مرد چاند پر بھیجے ہیں اس سے بھی کم عورتوں کو زمین میں انتظامی عہدوں پر رکھا گیا ہے۔ (۳۷) ۱۹۷۲ کے ایک پول میں امریکہ کے اکثر ووٹروں نے کہا تھا کہ خاتون صدر کے مقابلہ میں انہیں سیاہ فام مرد صدر قبول

ہے۔(۳۸) (اور ۲۰۰۹ کے انتخابات میں امریکیوں نے اس بات کو عملی طور پر ثابت کر دیا کہ ایک سیاہ فام مرد باراک حسین اوباما کو تو صدر کے طور پر منتخب کر لیا لیکن کسی سفید فام خاتون کو منتخب نہیں کیا) امریکہ کی چار سو سالہ تاریخ میں ایک عورت بھی صدر نہیں بن سکی۔(۳۹) ایک روسی سائنسدان انٹون نملوف اپنے تجربات اور مشاہدات پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے: دنیا میں کہیں بھی عورت اور مرد کو برابر کر دینے کی اتنی کوشش نہیں کی گئی جتنی سوویت روس میں کی گئی ہے، کسی جگہ اس باب میں اس قدر غیر متعصّبانہ اور فیاضانہ قوانین نہیں بنائے گئے، اس کے باوجود واقعہ یہ ہے کہ عورت کی پوزیشن خاندان میں بہت کم بدل سکی ہے۔(۴۰)

مغربی زندگی میں آزادی کے غلط تصور کا یہ نتیجہ ہوا کہ شادی کو بندھن خیال کیا جانے لگا۔ اس کے نتیجہ میں جو آزادانہ زندگی پیدا ہوئی اس نے بے شمار خاندانی اور سماجی مسائل پیدا کر دیئے۔ باہمی رضامندی سے جنسی آزادی کے باوجود ایف بی آئی کے ۱۹۹۲۔۱۹۹۳ کی رپورٹ کے مطابق امریکا میں روزانہ ۱۹۰۰ کی اوسط سے زنا بالجبر کے واقعات ہو رہے ہیں۔(۴۱)

اور اس کے ساتھ ساتھ عورت کے باہر آنے سے مغرب کا خاندانی نظام تباہ اور برباد ہو رہا ہے جس پر آج اہل مغرب بھی پریشان ہیں جیسے فرید وجدی مغربی دانشور زول سیمان کے حوالہ سے لکھتے ہیں: یہاں یورپ میں کچھ عورتیں ان عورتوں سے زیادہ ترقی یافتہ ہیں جو دفتروں کی کلرکس، دکانوں کی منتظم، سامان فروخت کرنے والی، اسکولوں میں تعلیمی خدمات پر متعین، ٹپال گھروں، تار گھروں، فرانسیسی بینکوں اور کریڈی لیونیہ بینکوں میں ملازم ہیں۔ ان سب باتوں کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ ملازمت نے ان عورتوں کو گھروں سے بہت دور کر دیا ہے جس کی وجہ سے گھروں کی رونقیں اجڑ رہی ہیں۔(۴۲) میڈم ڈوآفرنیوء امریکی عورتوں کی کاروباری اور علمی ترقی کے اعداد و شمار دینے کے بعد لکھتی ہیں: پر ان باتوں کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورت جتنا علوم اور ہنروں میں ترقی کرتی جاتی ہے مرد اتنا ہی اسے طلاق دیتا جاتا ہے جیسا کہ طلاق کی بہت سی صورتیں متحدہ امریکہ میں نظر آ رہی ہیں، وہاں یہ معاملہ حیرت انگیز حد تک ترقی کر گیا ہے۔(۴۳) چونکہ مغربی تہذیب میں نکاح کو بندھن اور بچوں کی پرورش کو بوجھ سمجھا جانے لگا اس وجہ سے خاندانی نظام تباہی کے کنارے پہنچ گیا اور خاندانی نظام انتشار کا شکار ہونے کی وجہ سے بوڑھوں کا کوئی پرسانِ حال نہ رہا اس لیئے مجبوراً حکومت کو ایسے ادارے بنانے پڑے جہاں بوڑھوں کو رکھا جائے۔ علامہ وحید الدین خان مغربی تہذیب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: مغربی تہذیب میں صرف ''جوان عورت'' کے لئے جگہ ہے ''بوڑھی عورت'' کے لئے مغربی تہذیب میں کوئی

جگہ نہیں۔ مغربی تہذیب میں ایک عورت اپنی نسوانی کشش کی بنیاد پر جگہ حاصل کرتی ہے، بڑھاپے میں یہ نسوانی کشش ختم ہوجاتی ہے۔ اس لئے مغربی عورت بوڑھی ہونے کے بعد اپنا مقام بھی کھو دیتی ہے۔ ''جو شخص ذمہ داری قبول نہ کرے اس کو حقوق میں بھی حصہ نہیں ملتا'' یہ مقولہ اپنی بدترین شکل میں مغربی عورت کے حق میں صادق آیا ہے (۴۴) اور تو اور اپنی سگی اولاد بھی بوڑھی ماں کا خیال نہیں رکھتی، اس بات کی تصدیق اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ: امریکا کی ایک عورت کورٹ میں گئی کہ میرا بیٹا مجھ سے زیادہ اپنے کُتے کا خیال رکھتا ہے، کورٹ اسے حکم کرے کہ کم سے کم کتے جتنا تو میرا خیال کرے! وہاں کی کورٹ نے فیصلہ دیا کہ کتا اس نے پالا ہے، اس لئے کتے کی خدمت کرنا اور اس کا خیال رکھنا تو اس پر لازم ہے، لیکن تیرا خیال رکھنا اس پر لازم نہیں، اگر تم چاہو بوڑھوں کی رہائش والے سرکاری اداروں میں جا کر رہو۔ (۴۵) فرید وجدی کے الفاظ میں: آج مغرب کی بیچاری عورت مرد کے ہاتھ میں کھلونے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی (۴۶) ڈاکٹر ذاکر نائیک کے الفاظ میں: ''مغرب عملی طور پر عورت کو داشتہ اور طوائف کی سطح پر لے آیا ہے، اسے ایک ایسی شے بنا ڈالا ہے جس سے مرد لطف اندوز ہوتے ہیں، آرٹ اور کلچر کے خوبصورت پردوں کے پیچھے اس کا استحصال کیا جاتا ہے کہ وہ جنس کے متلاشیوں اور کاروباریوں کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر رہ گئی ہے جس کا اسے احساس بھی نہیں''۔ (۴۷)

دوسرے الفاظ میں جدید تہذیب میں اس عورت کی عزت ہوتی ہے جو کماتی ہے، جو حسن و جمال رکھتی ہے اور اس کی نمائش کر کے مردوں کے کاروبار کو فروغ دلاتی ہے، جو اپنی عفت اور عصمت، چادر اور چار دیواری کے تقدس کو پامال کر کے کسی فلم اور ڈرامہ میں ہیروئن بن کر کسی کے کاروبار کو چمکاتی ہے، تو کسی کا دل بہلاتی ہے، لیکن ماں کی صورت میں، بیوی کی صورت میں، بیٹی کی صورت میں، اور بہن کی صورت میں اس کی کوئی عزت اور عظمت نہیں ہوتی۔ یہ حقیقت اس سے واضح ہے کہ مغرب میں جب عورت بوڑھی ہوتی ہے، جب کمانے کے لائق نہیں رہتی، جب اپنا حسن و جمال اور سب صلاحیتیں کھو بیٹھتی ہے، جب وہ اپنی اولاد کی خدمت کی محتاج ہوتی ہے تب اسے بوڑھوں کے ہسپتال میں داخل کرایا جاتا ہے، جہاں وہ کربناک زندگی گذار کر اپنے آخری دن پورے کرتی ہے یا کتے اور بلیاں پال کر دل بہلاتی رہتی ہے۔

اسلام میں عورت کی حیثیت:

اب ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام میں عورت کی کیا حیثیت ہے اور اس نے عورت کو کیا حقوق دیئے ہیں۔ اسلام نے جو عورت کو حقوق دیئے ہیں ان کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

۱۔ جان کا تحفظ:

اسلام سے پہلے عورت کے وجود کو منحوس سمجھ کر اسے زندہ دفن کیا جاتا تھا یا ستی کر کے جلایا جاتا تھا یا فرسودہ اور دقیانوسی رسموں کے تحت اسے زندہ ہی دریا کے موجوں کے حوالے کیا جاتا تھا۔اس لئے اسلام نے سب سے پہلے اسے جان کا تحفظ فراہم کیا،قرآن مجید میں ارشاد ہے: وَلَا تَقْتُلُواْ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ إِلَّا بِالْحَقِّ (۴۸) ''سواءحق کے کسی بھی ایسی جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے قابلِ احترام قرار دیا ہے''۔ پھر جس طرح مرد کی جان قابلِ احترام ہے اسی طرح عورت کی جان بھی قابلِ احترام ہے،قرآن مجید کی ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے: وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ (۴۹) ''ہم نے اولادِ آدم کو قابلِ احترام بنایا ہے''۔ تو جس طرح بیٹے اولادِ آدم ہیں اسی طرح بیٹیاں بھی اولادِ آدم ہیں،اس لیے وہ بھی اسی احترام کے لائق ہیں۔

کچھ لوگوں کا یہ خیال تھا کہ بیٹے پیدا ہوں گے تو کما کر ہمیں کھلائیں گے جبکہ بیٹیوں کو ہمیں کھلانا پڑے گا اس لیے بھی بیٹیوں کو ذبح کرتے تھے۔اسلام نے اس خوف کی وجہ سے بیٹیوں کے قتل کو حرام قرار دیا: وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَکُمْ خَشْیَۃَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُھُمْ وَاِیَّاکُمْ، اِنَّ قَتْلَھُمْ کَانَ خِطأً کَبِیْرًا(۵۰) ''اپنی اولاد کو بھوک اور بدحالی کے ڈر سے قتل نہ کرو،ہم انہیں بھی رزق فراہم کریں گے اور تمہیں بھی، بیشک انہیں قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے''۔ بیٹیوں کے قاتل سے آخرت میں باز پرس کی وعید سنا کر اس قبیح حرکت سے روکا گیا جس طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَإِذَا الْمَوْؤُودَۃُ سُئِلَتْ۔ بِأَیِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ (۵۱) ''زندہ درگور کی ہوئی لڑکی (کو قاتل کے سامنے لاکر اس) سے پوچھا جائے گا کہ تم سے کیا قصور ہوا کہ تمہیں زندہ درگور کیا گیا''۔اسلام میں جس طرح کسی مرد کے قاتل پر قصاص ہے اسی طرح عورت کے قاتل پر بھی قصاص ہے،اسلام کی نظر میں اس سلسلہ میں مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں۔

۲۔ معاشی تحفظ:

اسلام سے قبل خود عورت کو مال سمجھا جاتا تھا،عورت بازاروں میں اس طرح بکتی تھی جس طرح مویشی یا گھریلو اشیاء بکتی ہیں،عورت کے کمائے ہوئے مال کو مرد ہضم کر جاتے تھے۔اسے رشتے داروں کے ترکہ سے کچھ حصہ نہ ملتا تھا بلکہ اسے خود ترکہ سمجھ کر اس پر قبضہ کیا جاتا تھا۔اسلام نے آکر عورت کو مال کا تحفظ فراہم کیا۔قرآن مجید میں ارشاد ہے: لِّلرِّجَالِ نَصِیبٌ مِّمَّا اکْتَسَبُواْ وَلِلنِّسَاء نَصِیبٌ مِّمَّا اکْتَسَبْنَ (۵۲) ''جو کچھ مردوں نے

کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ ہے اور جو کچھ عورتوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ ہے۔'' ترکہ کے مال میں عورت کو وارث بناتے ہوئے قرآن مجید میں ہدایت دی گئی: لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيباً مَّفْرُوضاً (۵۳) ''مردوں کے لئے اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتے داروں نے چھوڑا ہو، اور عورتوں کے لیے بھی اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتے داروں نے چھوڑا ہو، خواہ تھوڑا ہو یا بہت۔ اور یہ حصہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) مقرر ہے۔'' مطلب کہ معاشی میدان میں صرف یہ نہیں کہ عورت کو ملکیت سے حصہ دلایا گیا بلکہ اسے خود مرد کی طرح کمانے کا اور معاشی سرگرمیوں کا حق دیا گیا ہے۔

۳۔ عزت کا تحفظ:

اسلام کی نظر میں پیدائشی طور پر مرد اور عورت دونوں قابلِ احترام ہیں، ان میں سے کوئی بھی نا قابلِ احترام نہیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق فضیلت اور برتری کا مدار جنس اور صنف نہیں ہے بلکہ ایمان اور اچھے اعمال ہیں، اس لیے جو بھی ایمان لائے گا اور اچھے اعمال کرے گا اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت اور اچھے مقام کا مستحق بنے گا، جیسے قرآن مجید میں ارشاد ہے: مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُواْ يَعْمَلُون (۵۴) ''جو بھی اچھے اعمال کرے گا چاہے مرد ہو یا عورت بشرطیکہ اس میں ایمان ہو تو ہم اسے پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ان کے اچھے اعمال کا پورا پورا بدلہ دینگے۔''

اسلام کو عورت ذات کی عزت اور حرمت اتنی پیاری ہے کہ اگر کوئی شخص کسی پاکدامن عورت پر تہمت لگائے اور اسے ثابت نہ کر سکے تو اسے ۸۰ کوڑے لگانے کا حکم دیتا ہے، اور ہمیشہ کے لیے اسے بے اعتبار سمجھ کر کسی معاملہ میں اس کی گواہی قبول نہ کرنے کا حکم دیتا ہے، جیسے قرآن مجید میں ارشاد ہے:

> ''وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءِ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَداً وَأُوْلَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُون''(۵۵)
>
> ''اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ پیش نہ کر سکیں تو ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی گواہی آئندہ کبھی قبول نہ کرو، اور وہ ہی فاسق ہیں۔''

مطلب کہ اسلام عورت کی عزت و حرمت کے تحفظ کے لئے صرف اخلاقی تعلیم پر اکتفاء نہیں کرتا بلکہ اس کے لئے قانون بنا کر اسے قانونی طور بھی تحفظ فراہم کرتا ہے۔

۴۔ نکاح میں پسند اور ناپسند کا اختیار:

اسلام نے نکاح کے سلسلے میں جہاں مرد کو پسند اور ناپسند کا اختیار دیا ہے جیسے قرآن مجید میں ارشاد ہے: فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاء (۵۶) ''عورتوں میں سے جو تمہیں پسند آئیں ان سے نکاح کرو۔'' وہاں عورتوں کو بھی پسند اور ناپسند کا اختیار دیا ہے، جیسے عورتوں کے وارثوں کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَن يَنكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ''(۵۷) ''عورتوں کو اپنے شوہروں سے نکاح کرنے سے نہ روکو۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''بیوہ عورت جب تک زبان سے اجازت نہ دے اس کا نکاح نہ کرایا جائے اور کنواری سے جب تک مشورہ کر کے اجازت نہ لی جائے اس وقت تک اس کا نکاح نہ کرایا جائے (۵۸)''۔ ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا: بیوہ عورت اپنے ولی سے زیادہ اپنی جان کی حقدار ہے اور کنواری کا ولی نکاح کے سلسلہ میں اس سے مشورہ کرے''(۵۹) صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق: ''ایک عورت کا نکاح اس کے باپ نے اس کی مرضی کے خلاف کر دیا تھا، یہ عورت آپ ﷺ کے پاس گئی اور فریاد کی، آپ ﷺ نے اس نکاح کو ختم کر دیا۔ (۶۰)

۵۔ فسخ نکاح کا حق:

اسلام کے نزدیک نکاح کا اہم ترین مقصد یہ ہے کہ انسان کو عزت اور عفت کی زندگی گذارنے میں مدد ملے، لیکن یہ مقصد اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب زوجین میں ہم آہنگی ہو، لیکن اگر میاں بیوی کے تعلقات خراب ہو جائیں اور باوجود اصلاحی کوششوں کے ان میں اصلاح نہ ہو سکے تو اسے حق دیا گیا کہ وہ مرد سے خلع لے، یعنی مرد کو مہر کی رقم واپس کر کے اس سے آزادی حاصل کر لے''۔ (۶۱) ایسا نہیں کہ ہندو مذہب کی طرح طلاق کو حرام قرار دے کر میاں بیوی دونوں کی زندگی کو زہر بنایا ہے۔ (۶۲)

۶۔ تعلیم کا حق:

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی فرد، کوئی بھی قوم، کوئی بھی ملک اور کوئی بھی ملت تعلیم کے بغیر ترقی نہیں کر سکتی، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ لکھی پڑھی اور سمجھدار عورت ایک اچھے اور مہذب خاندان کی تشکیل میں

بہت بڑا اور اہم کردار ادا کرسکتی ہے۔ اس لیے دین اسلام نے تعلیم اور تعلم کو بہت بڑی اہمیت دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وحی الٰہی کی ابتدا ہی اقرأ (پڑھ) لفظ سے ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تعلیم کی اہمیت بتلانے کے لئے تعلیم کے آلات کی قسم اٹھائی: ''ن وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُونَ ''(۶۳) ''ن۔ قسم ہے قلم کی اور اس چیز کی جس کو لکھ رہے ہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم (۶۴) ''علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے''۔ عورتوں کی تعلیم کی اہمیت بتاتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: من عال ثلاث بنات فادبھن وزوجھن واحسن الیھن فلہ الجنۃ۔ (۶۵) ''جس نے تین لڑکیوں کی پرورش کی، ان کو تعلیم دی اور ادب سکھایا، اور ان کی شادی کی، اور ان سے اچھا سلوک کیا تو اس کیلئے جنت ہے'' آپ ﷺ نے شفاء بنت عبداللہ کو اپنی زوجہ محترمہ حفصہؓ کی تعلیم کتابت کیلئے بطور معلّمہ (ٹیوٹر) مقرر کیا تھا (۶۶) کچھ صحابہ کرام نے جب آپ ﷺ سے تعلیم حاصل کر کے گھروں کو واپس لوٹے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ارجعوا الیٰ اھلیکم فاقیموا فیھم وعلموھم ومروھم (۶۷) ''جاؤ اپنی بیویوں اور بچوں کی طرف اور ان ہی میں رہو اور ان کو دین کی باتیں سکھاؤ اور ان پر عمل کرنے کا حکم دو۔''

''اسلام میں عورتوں کو دینی اور دنیوی تعلیم سیکھنے کی نہ صرف اجازت دی گئی ہے بلکہ ان کی تعلیم و تربیت کو اس قدر ضروری قرار دیا گیا ہے جس قدر مردوں کی تعلیم و تربیت ضروری ہے، نبی اکرم ﷺ سے دین واخلاق کی تعلیم جس طرح مرد حاصل کرتے تھے اسی طرح عورتیں بھی حاصل کرتیں تھیں، آپ ﷺ نے ان کیلئے اوقات متعین فرمائے تھے جن میں وہ آپ ﷺ سے علم حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوتیں تھیں۔''(۶۸)

آپ ﷺ کی ازواج مطہرات خصوصاً حضرت عائشہؓ نہ صرف عورتوں کی بلکہ مردوں کی بھی معلّمہ تھیں، اور بڑے بڑے صحابہ وتابعین ان سے حدیث، تفسیر اور فقہ کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اشراف تو درکنار نبی کریم ﷺ نے لونڈیوں تک کو علم وادب سکھانے کا حکم دیا تھا۔ (۶۹)

یہی وجہ ہے کہ اسلامی تاریخ میں بہت ساری خواتین کے نام ملتے ہیں جنہوں نے علمی میدان میں بہت بڑا نام پیدا کیا، جیسے حضرت عائشہ صدیقہؓ، حفصہؓ، ام سلمہ، فاطمہ الزہراء، اسماء بنت ابی بکر، ام ایمن، ام الفضل، ام ہانی، ام عطیہ، اسماء بنت یزید، شفاء بنت عبداللہ، رفیعہ اسلمیہ وغیرہ۔ (۷۰) اس سے واضح ہے کہ اسلام تعلیم کو حق سے بڑھ کر فرض کا درجہ دیتا ہے اور مردوں کی طرح عورتوں کو بھی سو فیصد لکھا پڑھا دیکھنا چاہتا ہے۔

۷۔ نان و نفقہ کا حق:

اسلامی تعلیمات کی رو سے چاہے عورت خود کتنی ہی دولت مند کیوں نہ ہو پھر بھی اس کے پورے اخراجات شوہر کے ذمہ ہیں، قرآن مجید میں ارشاد ہے: وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ(۷۱) ''دستور کے مطابق عورتوں کی خوراک و پوشاک ان کے مردوں کی ذمہ داری ہے۔'' ایک اور آیت میں ارشاد ہے: أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ(۷۲) 'اپنی مالی حیثیت کے مطابق ان ہی گھروں میں اپنی بیویوں کو رکھو جہاں تم رہتے ہو''۔ ایک موقعہ پر ایک شخص نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ حضور! بیوی کا حق شوہر پر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب خود کھائے تو اس کو کھلائے، جب خود پہنے تو اس کو پہنائے، نہ اس کے منہ پر تھپڑ مارے، نہ اس کو برا بھلا کہے، اور نہ گھر کے علاوہ اس کی سزا کے لئے اس کو علیحدہ کرے۔(۷۳)

۸۔ تحفظ کا حق:

اسلام میں عورت کی جان، مال، اور عزت کی حفاظت کا ذمہ دار بھی مرد کو قرار دیا گیا ہے، جیسے ایک آیت میں ارشاد ہے: الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ(۷۴) ''عورتوں کے تحفظ کی ذمہ داری مردوں پر ہے۔''

۹۔ حق مہر:

اسلام نے عورت کو نہ صرف نان و نفقہ اور تحفظ کا حق دیا ہے مگر اس کے ساتھ مہر کا بھی حق عطا کیا ہے جو اس کے لئے جیب خرچ کے طور پر ہے اور مہر مرد کو اپنی اور اپنی بیوی کے خاندان کی حیثیت کے مطابق دینا پڑے گا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: ''ان محرمات عورتوں کے ماسوا جتنی عورتیں ہیں انہیں اپنے اموال کے ذریعے سے حاصل کرنا تمہارے لیے حلال کر دیا گیا ہے..... پھر جب از دواجی زندگی کا لطف تم ان سے اٹھاؤ تو اس کے بدلے میں ان کے مہر بطور فرض ادا کرو۔(۷۵)'' وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً(۷۶) ''اور تم بیویوں کو ان کے مہر خوشدلی سے دے دیا کرو۔''

۱۰۔ حسن سلوک کا حق:

اسلام عورت کے ساتھ ہر صورت میں حسن سلوک کا حکم دیتا ہے چاہے وہ ماں کی صورت میں ہو، بیٹی

کی صورت میں ہو، بہن کی صورت میں ہو، یا بیوی کی صورت میں ہو۔ اسلام جس طرح والد کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے وہاں اس سے بھی زیادہ نہایت پرزور اور تاکید بھرے الفاظ میں والدہ کے ساتھ نیک سلوک کا حکم دیتا ہے چناچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَاناً حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهاً وَوَضَعَتْهُ كُرْهاً وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْراً (۷۷) "اور ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرتا رہے، اس کی ماں نے اسکو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور بڑی مشقت کے ساتھ اسے جنا (اس لئے وہ حسن سلوک کی نسبتاً زیادہ مستحق ہے)"۔ ایک شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا: "یارسول اللہ! سب سے زیادہ میرے حسن سلوک کا مستحق کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں، اس نے دوبارہ پوچھا پھر کون؟ فرمایا تیری ماں، اس نے تیسری مرتبہ پوچھا پھر کون؟ فرمایا تیری ماں، اس نے چوتھی مرتبہ پوچھا پھر کون؟ فرمایا تیرا باپ۔ (۷۸)" اس میں باپ کے مقابلے میں تین گنا زیادہ والدہ کو حسن سلوک کا مستحق قرار دیا گیا ہے، وجہ ظاہر ہے کہ والدہ حمل کی تکلیف، وضع حمل کی تکلیف اور بچے کی پرورش کی تکلیف برداشت کرتی ہے، جبکہ والد صرف اخراجات کی تکلیف برداشت کرتا ہے، اس لئے باپ کے مقابلہ میں ماں کو پچھتر فیصد زیادہ حسنِ سلوک کا مستحق قرار دیا گیا۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا: ان اللہ حرم علیکم عقوق الامھات و منعاً وھأت (۷۹) "اللہ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی اور حق تلفی حرام کردی ہے۔"

بیٹی اور بہن کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا: من کانت له ثلث بنات او ثلاث اخوات او ابنتان او اختان فاحسن صحبتھن واتقی اللہ فیھن فله الجنة (۸۰) "جس کو تین بیٹیاں یا تین بہنیں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں تھیں اور اس نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے (یعنی ان کے حقوق ادا کرتے رہے) تو اس کیلئے جنت ہے۔" ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا: "من کانه له انثیٰ فلم یئدھا ولم یھنھا ولم یؤثر ولده علیھا یعنیٰ الذکور ادخله اللہ الجنه (۸۱) "جس شخص کی لڑکی ہو اور وہ اسے زندہ درگور نہ کرے اور نہ اس کے ساتھ حقارت آمیز سلوک کرے اور نہ اس پر اپنے لڑکے کو ترجیح دے تو اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا"۔ جس وقت لڑکی کو کوئی اہمیت نہ دی جاتی تھی بلکہ اسے قابل نفرت سمجھا جاتا تھا اس وقت آپ ﷺ نے اپنی جگر گوشہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے بارے میں فرمایا تھا: فاطمة بضعة منی فمن ابغضھا ابغضنی وفی روایة یریبنی ما ارابھا ویؤذینی ما اذاھا (۸۲) "فاطمہؓ میرا گوشت و پوست ہے، جس نے اسے ناراض کیا تو سمجھ لو کہ اس نے مجھے ناراض کیا، جو چیز اس کے لئے باعث

تشویش ہوگی وہ میرے لیے بھی پریشانی کا سبب ہوگی اور جو بات اس کے لیے باعث اذیت ہوگی یقیناً اس سے مجھے بھی تکلیف پہنچے گی۔''

بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوف (۸۳) ''اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آؤ'' ایک اور آیت میں ارشاد فرمایا: ''تمہاری بیویاں تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو''۔(۸۴) اور آپ ﷺ نے فرمایا: حبب الی من الدنیا النساء والطیب وجعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ (۸۵) ''دنیا کی چیزوں میں مجھے عورت اور خوشبو پسند ہے، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔'' یہ آپ ﷺ نے اس وقت فرمایا تھا جب دنیا نے عورت کو منبعِ معصیت اور گناہ سمجھ رکھا تھا۔ ایک اور روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا: خیرکم خیرکم لاھلہ (۸۶) ''تم میں سے سب سے اچھا وہ ہے جو اپنی اہلیہ کے ساتھ اچھا ہے'' اسلام کی نظر میں انسان کے اچھے اور برے ہونے کا یہ ایک معیار ہے جس میں ہر شخص اپنے آپ کو دیکھ سکتا ہے۔

۱۰۔ سماجی خدمات میں شرکت کا حق:

اسلام عورت کو یہ بھی حق دیتا ہے کہ اپنی عفت اور عصمت کے تحفظ کے ساتھ جہاں تک وہ سماجی خدمات کر سکتی ہے کرے۔ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ حضرت رُبَیّع بنت معوذؓ نے فرمایا: ''عورتیں رسول ﷺ کے ساتھ جہاد میں نکلتی تھیں، مجاہدین کو پانی پلایا کرتی تھیں اور جو مجاہدین شہید ہوتے تو انہیں میدانِ جہاد سے خیموں تک لاتی تھیں۔''(۸۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ اُمِ سُلَیم، اور انصار کی بعض خواتین کو لے کر جنگ پر روانہ ہوتے تھے تاکہ وہ پیاسوں کو پانی پلائیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کریں۔ (۸۸) شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا جو ایک نہایت عقلمند اور ذہین مہاجر عورت تھیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بسا اوقات انہیں بازار کی کوئی ذمہ داری سونپتے تھے۔(۸۹) ظاہر بات ہے کہ حالتِ جنگ میں مجاہدین کی خدمت کرنے سے بڑھ کر اور کوئی مشکل اور سخت سماجی خدمت نہیں ہو سکتی، جب اسلام انھیں اتنے سخت اور مشکل وقت پر سماجی خدمت کا حق دیتا ہے تو باقی اوقات یا حالات میں انھیں خدمت خلق کا حق کیسے نہیں ہوگا بشرطیکہ ان کی عفت اور عصمت محفوظ رہے۔

۱۱۔ سیاسی حقوق:

انسان مرد اور عورت دونوں کا نام ہے اور عورت مرد کے ساتھ بقاء کے راستے میں شریک ہے، مرد تنہا علم و عمل کے تمام چیلنجوں کا سامنا نہیں کر سکتا جب تک عورت کا اسے ساتھ نہ ہو۔ معاشرہ کے سود و زیاں اور نفع و ضرر سے مسلمان عورت کسی تماشائی کی طرح غیر متعلق نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ معاشرہ کے بناؤ اور بگاڑ اور اصلاح و فساد سے اس کا بہت ہی گہرا اور قریبی تعلق ہوتا ہے۔ معاشرہ کا نقصان اس کا اپنا نقصان اور معاشرہ کا فائدہ اس کا اپنا فائدہ ہے۔ معاشرہ کو خیر کی بنیادوں پر قائم رکھنے میں مدد دے گی تو لازماً شر کی راہ پر لیے جانے کی مخالفت اور مزاحمت بھی کرے گی۔ بھلائیوں کا خیر مقدم کرے گی تو برائیوں پر احتجاج بھی کرے گی۔ یہ اس کا فطری حق ہے جو اجتماعی زندگی نے اس کو عطا کیا ہے۔ اسلام اس کے اس حق کو تسلیم کرتا ہے اور زندگی کے مختلف معاملات میں خواہ وہ انفرادی ہوں یا اجتماعی اس کو اپنے جذبات و احساسات، رائے اور خیال اور پسند و ناپسند کے اظہار کی اجازت عطا کرتا ہے۔ یہ اظہار اپنے حدود کے اندر زبان و بیان، تحریر و انشاء، غرض جس ذریعہ سے بھی ہو اسلام اس پر کوئی قدغن نہیں لگاتا بلکہ اس پر ابھارتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ (۹۰) ''مومن مرد اور مومن عورتیں سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں'' یہی سبب ہے کہ آپ ﷺ اور اس کے بعد اصحاب کرامؓ نے امور خانہ داری سے لے کر امور مملکت تک عورت سے مشورے لیے اور ان پر عمل کیا۔ حضرت حسن بصریؒ آپ ﷺ کا ایک عام اسوہ اور طریق عمل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''نبی کریم ﷺ مشورہ کرتے تھے یہاں تک کہ عورت سے بھی، اور وہ کبھی ایسی رائے دیتی جسے آپ ﷺ اختیار فرماتے''۔ (۹۱) اس کا ثبوت ہمیں تاریخ کے صفحات میں جگہ جگہ ملتا ہے۔ حدیبیہ کی مشہور صلح، قریش اور مسلمانوں کے درمیان جن شرائط پر ہوئی تھی ابتداء میں ان سے مسلمانوں کی اکثریت ناخوش تھی۔ ان میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ مسلمان اس سال عمرہ کئے بغیر لوٹ جائیں گے۔ اس شرط کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو حدیبیہ ہی کے مقام پر احرام کھولنے اور قربانی کرنے کا حکم دیا لیکن صحابہؓ کے جذبات اس وقت اتنے بدلے ہوئے تھے کہ اس حکم کی تعمیل ہوتی نظر نہ آئی۔ آپ ﷺ نے افسوس کے ساتھ اپنی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہؓ سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے صحابہ کی نفسیات کی رعایت کرتے ہوئے انتہائی دانشمندانہ مشورہ دیا کہ آپ کسی سے مزید گفتگو نہ فرمائیے بلکہ جو مراسم ادا کرنے ہیں ان کو آگے بڑھ کر ادا کیجئے، پھر دیکھئے کس طرح لوگ اس پر عمل

نہیں کرتے۔ چنانچہ صحابہؓ نے آپ ﷺ کو دیکھ کر فوراً پیروی شروع کر دی۔ (۹۲) اسلام اگر چہ عورت کی عفت و عصمت کے تحفظ اور پردہ داری کے پیش نظر اس کو سربراہِ مملکت بنانا پسند نہیں کرتا (۹۳) لیکن اسے ووٹ اور قانون سازی کا حق دیتا ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ سورہ ممتحنہ آیت نمبر ۱۲ میں آپ ﷺ کو عورتوں سے کچھ شرائط پر بیعت لینے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور لفظ بیعت آج کل الیکشن کے مفہوم کو بھی شامل ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ﷺ بھی تھے اور سربراہ مملکت بھی تھے۔ اور بیعت سے مراد انہیں سربراہِ حکومت تسلیم کرنا تھا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسلام نے عورت کو ۱۴۰۰ سال پہلے ووٹ کا حق دیا تھا۔ (۹۴) (جبکہ انگلینڈ میں عورت کو ۱۹۲۸ء میں یہ حق ملا۔) (۹۵) یہی سبب تھا کہ حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت کے بعد جب خلیفہ کے انتخاب کا مسئلہ درپیش آیا اور اہل شوریٰ نے یہ ذمہ داری حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے حوالے کی تو اس نے خلیفہ کے انتخاب کے سلسلہ میں جہاں اہل مدینہ کے مردوں سے رائے لی وہاں پردہ نشین عورتوں سے بھی مشورے کئے۔ (۹۶) ابن سیرینؒ حضرت عمرؓ کا طریق عمل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ پیش آمدہ مسائل میں اصحاب رائے لوگوں سے مشورے کرتے تھے یہاں تک کہ (ان مسائل میں سمجھ بوجھ رکھنے والی) کوئی عورت ہوتی تو اس سے بھی مشورہ لیتے۔ اور بسا اوقات اس کی رائے میں خیر و خوبی کا کوئی پہلو دیکھتے یا کوئی مستحسن چیز پاتے تو اس کو اختیار کرتے۔ (۹۷) شفاء بنت عبداللہ جو نہایت عقلمند اور فہم و فراست رکھنے والی عورت تھی، حضرت عمرؓ ان کی رائے کو بہت اہمیت دیتے تھے اور اسے مقدم رکھتے تھے۔ (۹۸) ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مہر کی مقدار کم رکھو۔ تو ایک عورت نے تردید کرتے ہوئے کہا: آپ کو اس کی تبلیغ کا حق نہیں ہے کیونکہ قرآن کہتا ہے: وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَاراً فَلَا تَأْخُذُواْ مِنْهُ شَيْئاً (۹۹) "اگر تم اپنی عورتوں کو مہر میں ایک ڈھیر مال بھی دے دو تو اس سے ذرا بھی واپس نہ لو" اس سے معلوم ہوا کہ مہر کی کوئی حد نہیں ہے ڈھیر سارا مال مہر میں دیا جا سکتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا: ایک عورت نے عمر سے بحث کی اور غالب رہی۔ (۱۰۰) اسکا مطلب یہ ہوا کہ اسلام میں عورت کو سیاسی معاملات اور قانون سازی میں حصہ لینے کا حق ہے اور دلیل کی زبان میں وہ جو بھی بات کرے گی اس کو قانون کا حصہ بنایا جائیگا۔

نتائج (Conclusion):

مذکورہ تقابلی مطالعہ سے معلوم ہوا کہ قدیم تہذیبیں ہوں یا مختلف مذاہب یا جدید نقطہ ہائے نظر، سب نے عورت کے حقوق غصب کئے۔ اس کے ساتھ ظلم کیا، جبر کیا، بے انصافی کی، اس کو اس کا جائز مقام نہیں دیا،

بلکہ اسے فرسودہ اور دقیانوسی رسموں کے تحت زندہ جلایا گیا یا ڈبو دیا گیا یا زندہ درگور کیا گیا یا جانوروں اور غلاموں کی طرح اسے خادمہ سمجھا گیا یا اسے مشترکہ ملکیت تصور کر کے اس کی تذلیل کی گئی یا برائیوں کی جڑ کہہ کر اس سے نفرت کی گئی، یا اسے اپنے معاشی اور جنسی مفادات کے لیے استعمال کیا گیا، صنف نازک کے ساتھ ایسا ناروا سلوک ابھی تک کسی نہ کسی صورت میں جاری وساری ہے۔ اس کے برعکس دینِ اسلام جو ایک مکمل نظامِ حیات ہے، اس نے جہاں انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے لیے اپنی ہدایات دی ہیں وہاں حقوق نسواں کے لیے ایک مکمل لائحہ عمل دیا ہے۔ جس میں ان کے سیاسی، سماجی اور معاشی حقوق متعین کیے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس لائحہ عمل کو عملی شکل میں نافذ فرمایا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم نے اس پر عمل کیا اور جب تک اور جہاں تک اسلامی نظام نافذ العمل رہا عورت باوقار اور پرسکون رہی۔ اس تقابلی مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلامی تہذیب میں عورت کی جیسے جیسے عمر بڑھتی جاتی ہے، وہ ماں، دادی یا نانی بنتی ہے تو اس کی عزت اور احترام میں مزید اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اہلِ مغرب کی طرح نہیں کہ وہاں عورت جب حسن و جمال کھو بیٹھتی ہے تو اس کی عزت اور احترام میں بھی کمی آجاتی ہے۔

اگرچہ تہذیبِ جدید نے آزادیٔ نسواں کا نعرہ دے کر اسے گھر سے باہر نکالا ہے لیکن ان کا مقصد عورت کو استعمال کر کے اپنے کاروبار کو چمکانا یا اپنی جنسی خواہشات کی تکمیل کرنا ہے، عورت کو بحیثیت عورت جدید تہذیب میں بھی کوئی مقام نہیں، یہی وجہ ہے کہ ماں، بیٹی، بہن اور بیوی کی وجہ سے اس کی عزت اور حرمت نہیں۔ جبکہ اسلام نے ہر صورت میں عورت کو ایک عزت بھرا مقام اور مرتبہ عطا کیا ہے، اسے ہر میدان میں مردوں کے برابر حقوق دیئے ہیں، بلکہ یوں کہنا صحیح ہوگا کہ اسلام نے عورت کو فرش سے اٹھا کر عرش پر لا کر کھڑا کیا ہے۔ آج جو انسانی دنیا نے عورت کو کچھ حقوق دیے ہیں وہ بھی دراصل اسلام سے متاثر ہو کر دیئے ہیں۔ اس لیے یہ کہنا بالکل بجا ہوگا کہ اسلام ہی حقوق نسواں کا امین ہے۔

حوالہ جات

(۱) عبد اللہ مرعی : اسلام اور دیگر مذاہب و معاشروں میں عورت کے حقوق و مسائل۔ اردو ترجمہ مفتی ثناء اللہ محمود، کراچی، دارالاشاعت ۲۰۰۱ء، ص ۳۸،۴۱

(۲) سید ابوالاعلیٰ مودودی: پردہ، لاہور، اسلامک پبلیکیشنز، ۱۹۹۸ء طبع ۴۹ ص ۱۴

(۳) مولانا محمد ظفیر الدین: اسلام کا نظام عفت وعصمت، مکتبہ نظیریہ اچھرہ، لاہور، ص ۳۷

(۴) مبارک علی ڈاکٹر: تاریخ اور عورت، فکشن ہاؤس، لاہور، ۱۹۹۳ ص ۳۴

(۵) جلال الدین عمری: عورت اسلامی معاشرہ میں، لاہور، اسلامک پبلیکیشنز، ۱۹۹۶ء طبع ۱۳ ص ۱۹

(۶) فرید وجدی: مسلمان عورت؛ ترجمہ ابوالکلام آزاد، کراچی، سندھیکا اکیڈی، ۲۰۰۶ طبع اول ص ۱۲۰

(۷) عبداللہ مرعی: اسلام اور دیگر مذاہب و معاشروں میں عورت کے حقوق و مسائل ص ۳۷

(۸) ڈاکٹر خالد علوی: اسلام کا معاشرتی نظام، لاہور، الفیصل ناشران، ۲۰۰۵ء طبع اول، ص ۴۶۵

(۹) عبداللہ مرعی: اسلام اور دیگر مذاہب و معاشروں میں عورت کے حقوق و مسائل ص ۳۰

(۱۰) ابن کثیر اسمٰعیل :البدایہ والنہایہ، قاہرہ دار ابی حیان، ۱۹۹۶ء طبع اول جلد ۷ ص ۱۲۱۔۱۲۲

(۱۱) ڈاکٹر خالد علوی: اسلام کا معاشرتی نظام؛ ص ۴۶۵

(۱۲) کتاب مقدس ''عہد نامہ قدیم وجدید'' لاہور، بائبل سوسائٹی، ۱۹۵۹ء پیدائش، باب ۳، آیت ۱۲۔۱۷

(۱۳) مولانا محمد ظفیر الدین: اسلام کا نظام عفت وعصمت، ص ۳۷

(۱۴) جلال الدین عمری: عورت اسلامی معاشرہ میں، ص ۲۷۔

(۱۵) خالد علوی: اسلام کا معاشرتی نظام؛ ص ۴۶۶

(۱۶) سید ابوالاعلیٰ مودودی: پردہ، ص ۲۰

(۱۷) ڈاکٹر خالد علوی: اسلام کا معاشرتی نظام، ص ۴۶۷

(۱۸) کتابِ مقدس ''عہد نامہ قدیم وجدید'' یمتھیس کے نام پولوس رسول کا پہلا خط ب۲ عہد نامہ جدید ص ۲۰۳

(۱۹) جلال الدین عمری: عورت اسلامی معاشرہ میں ص ۲۸ بحوالہ پولس رسول کا پہلا خط کرنتھیوں کے نام ب ۱۱

(۲۰) خالد علوی: اسلام کا معاشرتی نظام؛ ص ۴۶۸

(۲۱) ایضاً، ص ۴۶۸

(۲۲) عبداللہ مرعی: اسلام اور دیگر مذاہب و معاشروں میں عورتوں کے حقوق و مسائل، اردو ترجمہ مفتی ثناء اللہ محمود، ص ۳۶

(۲۳) خالد علوی: اسلام کا معاشرتی نظام؛ ص ۴۶۸

(۲۴) محمد ظفیر الدین: اسلام کا نظامِ عفت و عصمت، ص ۴۱

(۲۵) سید سلیمان ندوی: سیرۃ النبی، کراچی، دار الاشاعت، ۱۹۸۵ء طبع اول ۲۲۲/۶

(۲۶) ابوداؤد سلیمان بن اشعث: سنن ابی داؤد، الریاض، دار السلام طبع اول، ۱۹۹۹ء، کتاب الطلاق، ص ۳۲۴ حدیث ۲۲۴۱

(۲۷) ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، جامع الترمذی، الریاض، دار السلام طبع اول، ۱۹۹۹ء، کتاب النکاح، ص ۲۷۳، حدیث ۱۱۲۸

(۲۸) سنن ابی داؤد- کتاب الطلاق ص ۳۱۷ حدیث ۲۱۹۵

(۲۹) ابن کثیر ابولفداء اسمٰعیل: تفسیر القرآن الکریم، بیروت، طبع اول ۱۹۹۰ء جلد ۱ ص ۵۱۰

(۳۰) ایضاً، ص ۴۹۷

(۳۱) سورۃ النحل ۵۸-۵۹

(۳۲) سورۃ التکویر ۸-۹

(۳۳) ابنِ کثیر: تفسیر القرآن الکریم ۵۰۵/۴

(۳۴) مسلم: الصحیح :الریاض، دار السلام، ۲۰۰۰ء طبع دوم کتاب الطلاق، حدیث ۳۶۹۲

(۳۵) خالد علوی: اسلام کا معاشرتی نظام؛ ص ۴۷۲-۴۷۴

(۳۶) علامہ وحید الدین خان: خاتون اسلام لاہور، دار التذکیر، ۲۰۰۸ء ص ۶۱

(۳۷) ایضاً، ص ۷۷

(۳۸) ایضاً، ص ۱۷۲

(۳۹) ایضاً، ص ۶۵

(۴۰) ایضاً، ص ۸۲

(۴۱) ذاکر نائیک: اسلام پر ۴۰ اعتراضات کے عقلی و نقلی جواب ص ۸۵-۸۶

(۴۲) فرید وجدی: مسلمان عورت ص ۸۴

(۴۳) ایضاً، ص ۸۵

(۴۴) علامہ وحید الدین خان: خاتون اسلام ص ۹۳

(۴۵) ماہوار شریعت، سکھر، جلد ۳۸، شمارہ ۸، فروری ۲۰۱۱ء ص ۶

(۴۶) فرید وجدی: مسلمان عورت ص ۱۲۳

(۴۷) ڈاکٹر ذاکر نائیک: اسلام میں خواتین کے حقوق، لاہور، دارالنوادر اردو بازار ص ۱۴

(۴۸) سورۃ الاسراء: ۳۳

(۴۹) ایضاً: ۷۰

(۵۰) ایضاً: ۳۱

(۵۱) سورہ تکویر: ۸۔۹

(۵۲) سورۃ النساء: ۳۲

(۵۳) ایضًا آیت: ۷

(۵۴) سورۃ النحل: ۹۷

(۵۵) سورۃ النور: ۴

(۵۶) سورۃ النساء: ۳

(۵۷) سورۃ البقرہ: ۲۳۲

(۵۸) ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری: صحیح البخاری، الریاض، دارالسلام ۱۹۹۹ء طبع دوم، کتاب النکاح ص ۹۱۹، حدیث ۵۱۳۶

(۵۹) مسلم: الصحیح، کتاب النکاح، ص ۵۹۶ حدیث ۳۴۷۶

(۶۰) صحیح البخاری ص ۹۱۹ حدیث ۵۱۳۸

(۶۱) سورہ البقرہ آیت: ۲۲۹

(۶۲) علامہ وحید الدین خان: خاتون اسلام ص ۲۳۴

(۶۳) القلم آیت: ۰۱

(۶۴) ابن ماجہ ابوعبداللہ محمد بن یزید: سنن ابن ماجہ، الریاض، دارالسلام، طبع اول ۱۹۹۹ء ص ۳۴، حدیث ۲۲۴

(۶۵) سنن ابی داؤد، کتاب الادب ص ۷۲۳، حدیث ۵۱۴۷

(۶۶) ایضًا: کتاب الطب، ص ۵۵۲، ۳۸۸۷

(۶۷) صحیح البخاری؛ کتاب الاذان، باب الاذان للمسافرین ص ۱۰۴، حدیث ۶۳۱

(۶۸) صحیح البخاری؛ باب ھل یجعل للنساء یومًا علیٰ حدة فی العلم ص ۲۳ حدیث ۱۰۱

(۶۹) ایضًا ص ۲۲ حدیث ۹۷

(۷۰) عبداللہ مرعی: اسلام اور دیگر مذاہب و معاشروں میں عورتوں کے حقوق و مسائل، اردو ترجمہ مفتی ثناءاللہ محمود ص ۲۱۵-۲۱۹

(۷۱) سورہ البقرہ: ۲۳۳

(۷۲) سورۃ الطلاق: ۵

(۷۳) سنن ابن ماجہ: ص ۲۶۵، حدیث ۱۸۵۰

(۷۴) سورۃ النساء: ۳۴

(۷۵) ایضاً: ۲۴

(۷۶) ایضاً: ۴

(۷۷) الاحقاف: ۱۵

(۷۸) صحیح البخاری، کتاب الادب ص ۱۰۴۵، حدیث ۵۹۷۱

(۷۹) ایضاً، ص ۱۰۴۶، حدیث ۵۹۷۵

(۸۰) امام ترمذی: الجامع، الریاض، دارالسلام طبع اول ۱۹۹۹ع، ابواب البر ص ۴۴۶ حدیث ۱۹۱۶

(۸۱) سنن ابی داؤد: کتاب الادب ص ۷۲۳ حدیث ۵۱۴۶

(۸۲) الخطیب ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ: مشکوٰۃ المصابیح، قدیمی کتب خانہ کراچی۔ جلد ۲، ص ۵۶۸

(۸۳) النساء: ۱۹

(۸۴) بقرہ: ۱۸۷

(۸۵) ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی: سنن نسائی، الریاض، دارالسلام طبع اول ۱۹۹۹ع، کتاب عشرۃ النساء، ص ۴۶۹، حدیث ۳۳۹۱

(۸۶) سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب حسن معاشرۃ النساء، ص ۲۸۳ حدیث ۱۹۷۷

(۸۷) صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب مداواۃ النساء الجرحیٰ فی الغزو ص ۴۷۶، حدیث ۲۸۸۲

(۸۸) سنن ابی داؤد: کتاب الجهاد، باب فی النساء یغزون، ص ۳۶۷، حدیث ۲۵۳۱، صحیح مسلم: کتاب۔ الجهاد، ص ۸۱۱ حدیث ۴۶۸۲، سنن الترمذی: ابواب السیر باب ماجاء فی خروج النساء فی الحرب ص ۳۸۳، حدیث ۱۵۷۵

(۸۹) جلال الدین عمری: عورت اسلامی معاشرہ میں ص ۱۷۰ بحوالہ الاستیعاب فی اسماء الاصحاب۔

(۹۰) التوبہ: ۷۱

(۹۱) جلال الدین عمری: عورت اسلامی معاشرہ میں ص ۱۶۵ بحوالہ عیون الاخبار لابن قتیبہ ج ۱ ص ۲۷

(۹۲) صحیح بخاری: کتاب الشروط، باب الشروط والمصالحۃ مع اہل الحرب وکتابۃ الشروط، ص ۴۴۹ حدیث ۲۷۳۲۔

(۹۳) صحیح بخاری: کتاب المغازی، باب کتاب النبی الی کسریٰ وقیصر ص ۷۵۳ حدیث ۴۴۲۵

(۹۴) ڈاکٹر ذاکر نائیک: اسلام میں خواتین کے حقوق، ص ۵۰

(۹۵) خالد علوی: اسلام کا معاشرتی نظام؛ ص ۴۷۸

(۹۶) ابن کثیر اسمٰعیل: البدایہ والنہایہ، قاہرہ، دار ابی حیان، طبع اول۔۱۹۶۶ء ۷/۱۷۶

(۹۷) جلال الدین عمری: عورت اسلامی معاشرہ میں ص ۱۶۶ بحوالہ السنن الکبریٰ للبیہقی ۱۰/ ۱۱۳

(۹۸) جلال الدین عمری : عورت اسلامی معاشرہ میں ص ۱۶۶ بحوالہ الاستیعاب، تذکرہ شفاء بنت عبداللہ۔

(۹۹) النساء: ۲۰

(۱۰۰) ابن حجر احمد بن علی: فتح الباری شرح صحیح البخاری، قاہرہ، دار الریان للتراث طبع دوم ۱۹۸۷ء جلد ۹، ص ۱۱۱